المحلی لابن حزم: ایک تعارفی، تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ

Al-Muhalla by Ibn Hazm:

An Introductory, Critical & Analytical Study

ڈاکٹر حافظ امجد حسین*

Abstract

Fiqh Zahiri is one of the schools of Islamic Law that have very rare followers in the contemporary age.However in intellectual circles, Fiqh Zahiri still survives in the form of a book named "al - Muhalla" , composed by Imam Ibn Hazm Zahiri (Andalusian d.456 A.H/1064 C.E).In the interpretation of jurisprudence, "al-Muhalla" is a fundamental book in Fiqh Zahiri which still exists and is the only basic source for this of this particular school of thought.

Al-Muhalla is, in fact, based on fundamental teaching of the Holy Quran and Hadith of the beloved prophet Muhammad (SAW). This book is not only embalished with the opinions of Sahaba, Tabieen, Sahabiyat, Taabiyat and the scholary figures of Islamic jurisprudence till ۵th A.H, but also an analytical criticism on their opinions in the light of the Quran and Hadith. On account of this sublimity, al-Muhalla is an encyclopedic work concerning magnificent Islamic jurists. The paper under discussion presents an introduction and analytical study of this significant book.

جن فقہی مذاہب کے پیروکار آج بہت کم ہیں ان میں سے ایک فقہ ظاہری ہے، جو ابو سلیمان داود بن علی بن خلف الاصفہانی الکوفی البغدادی الظاہریؒ (م:۲۷۰ھ) کی طرف منسوب ہے۔ انہوں نے اپنے فقہی اجتہادات واستنباطات کو نصوص میں محدود رکھا اور اجتہاد بالرائے کی ہر صورت کی مخالفت کی۔ اپنے مذہب کی حمایت میں کئی کتب تصنیف کیں [1] جو آج ناپید ہیں۔ پانچویں صدی ہجری میں فقہ ظاہری کو امام ابن حزم الاندلسی (م۴۵۶ھ) نے مدون کیا۔ نصوص سے استنباط واستخراج کرنے اور قیاس ورائے کے انکار میں اپنے پیش رو، داود ظاہری سے زیادہ سختی کا مظاہرہ کیا۔ اس سلسلہ میں اپنے فتاوی و فقہی آراء پر مشتمل چار کتب تصنیف کیں۔ سب سے پہلے دو جلدوں

* لیکچرر، علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سمندری، فیصل آباد، پاکستان۔

پر محیط "كتاب الخصال الحافظ لجمل شرائع الاسلام" لکھی، پھر اس کی مبسوط و مفصل شرح "كتاب الإيصال" تحریر کی۔ "المحلی" میں اس کا اختصار کیا اور آخر میں الایصال کا خلاصہ اور المجلی کی مختصر شرح "المحلی" تصنیف کی[۲] جو فقہ ظاہری کی موجود بنیادی کتاب ہے اور فقہی دائرۃ المعارف کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر مقالہ ھٰذا میں المحلی کا ایک تعارفی، تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ درج ذیل عناوین کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ تعارف ابن حزم ۲۔ المحلی کا تعارف ۳۔ المحلی کا علمی مقام و مرتبہ ۴۔ المحلی کا تنقیدی و تجزیاتی جائزہ

۱۔ تعارف ابن حزم

فقہ ظاہری کے مدار المہام فارسی الاصل ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی، رمضان المبارک کی آخری شب بروز بدھ ۳۸۴ھ بمطابق ۷ نومبر ۹۹۴ء کو قرطبہ کے علاقے منیۃ المغیرۃ کے محلے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد منصور عامری (م ۳۹۳ھ) اور اس کے بیٹے المظفر (م ۳۹۹ھ) کے وزیر تھے، اس لیے ابتدائی زندگی خوشحالی میں گزاری۔ ابتدائی تعلیم و تربیت خواتین، مربی اور ان اساتذہ سے حاصل کی جو آپ کے باپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ آغاز میں فقہ مالکی کو پڑھا، پھر شافعی مسلک اختیار کر لیا اور آخر کار فقہ ظاہری کے پابند ہو کر اس سوچ کی معاونت میں زندگی صرف کر دی۔ ابن حزمؒ نے حکومت بنو امیہ کے بقا کی عملی کوشش بھی کی۔ اموی خلفاء میں سے المرتضی (م ۴۰۸ھ)، عبد الرحمن المستظہر باللہ (م ۴۱۴ھ) اور ھشام المعتمد باللہ (م ۴۲۸ھ) کے کچھ عرصہ کے لئے وزیر بھی رہے۔ اندلس میں آپ کو مخالفت کی وجہ سے قید کیا گیا اور اشبیلیہ میں آپ کی کتب بھی نذر آتش کی گئیں۔ یہ عظیم محدث و فقیہ ۲۸ شعبان ۴۵۶ھ بروز اتوار بمطابق ۱۵ جولائی ۱۰۶۵ء کی رات اکہتر سال دس ماہ اور انیتس دن کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے[۳]۔

ا۔ اساتذہ

ابن حزم کے تمام اساتذہ کا شمار ایک مشکل امر ہے تاہم کتب ابن حزم اور کتب تراجم سے جن اساتذہ کا تذکرہ مل سکا، وہ یہ ہیں۔ عبد اللہ بن ابراہیم بن محمد الاصیلی (م ۳۹۲ھ)، محمد بن عیسیٰ بن محمد الوراق قاضی طرطوشہ (م بعد ۳۹۶ھ)، احمد بن محمد بن احمد المعروف ابن الجسور الاموی (م ۴۰۱ھ)، عبد الرحمن بن ابی یزید المصری (م ۴۰۱ھ)، یحیٰ بن عبد الرحمن بن مسعود المعروف ابن وجہ الجنۃ (م ۴۰۲ھ)، عبد اللہ بن محمد بن یوسف بن نصر ابن الفرضی (م ۴۰۳ھ)، محمد بن عبد الرحمن بن محمد الکتانی (م ۴۰۸ھ)، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن خالد الہمدانی (م ۴۱۱ھ)، عبد اللہ بن ربیع بن عبد اللہ التمیمی (م ۴۱۵ھ)، حسان بن مالک بن ابی عبدۃ الوزیر

(م۴۱۶ھ)، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الجحاف المعافری(م۴۱۸ھ)، محمد بن الحسن المذحجی المعروف ابن الکتانی(م۴۲۰ھ)، حمام بن احمد بن عبداللہ الاطروش القرطبی(م۴۲۱ھ)، خلف مولی الحاجب جعفر الفتی الجعفری(م۴۲۵ھ)، مسعود بن سلیمان بن مفلت ابوالخیار(م۴۲۶ھ)، احمد بن محمد بن عبداللہ المقری الطلمنکی(م۴۲۹ھ)، محمد بن سعید بن عمر بن نبات الاموی(م۴۲۹ھ)، یونس بن عبداللہ بن محمد بن مغیث المعروف ابن الصفار القرطبی(م۴۲۹ھ)، احمد بن قاسم بن محمد بن اصبغ البیانی (م۴۳۰ھ)، ثابت بن محمد الجرجانی العدوی(م۴۳۱ھ)، عبداللہ بن یحیٰی بن احمد بن دحون(م۴۳۱ھ)، محمد بن عبد الواحد بن محمد الزبیری (م بعد ۴۳۴ھ)، عبداللہ بن یوسف بن نامی القرطبی (م۴۳۵ھ)، المہلب بن احمد بن اسید بن ابی صفرۃ التمیمی(م۴۳۵ھ)، محمد بن عبداللہ البکری الترمذی(م۴۳۶ھ)، احمد بن اسماعیل بن دیلم الحضرمی(م قبل ۴۴۰ھ)، محمد بن الحسن بن عبدالرحمٰن الرازی(م بعد ۴۵۰ھ)، محمد بن اسماعیل العذری المعروف ابن الفورتش(م۴۵۳ھ)، علی بن محمد بن عباد الانصاری الاشبیلی(م۴۵۶ھ)، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر المزی(م۴۶۳ھ)، احمد بن عمر بن انس العذری المری المعروف ابن الدلائی(م۴۷۸)، ابراہیم بن قاسم الطرابلسی، احمد بن محمد بن عبدالوارث، البراء بن عبد الملک الباجی، جعفر بن یوسف الکاتب القرطبی، عبدالرحمٰن بن سلمہ الکنانی، ابو المطرف عبداللہ بن عبدالوارث، عبداللہ بن محمد بن عبد الملک بن جہور، عبداللہ بن محمد بن عثمان، عبداللہ بن یوسف بن ابی زید الاموی البلوطی، علی بن ابراہیم التبریزی،، الفرات بن ھبۃ اللہ ابوالمجد، محمد بن سعید بن جرج، محمد بن عبدالاعلیٰ بن ہاشم المعروف ابن الغلیط، یحییٰ بن خلف بن نصر الرعینی [۴]۔

۲۔ تلامذہ

ابن حزم کی علمی رفعت کے باوجود ان کے بہت کم طلباء کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے ان کے مذہب، علم اور فکر کی اشاعت کی۔ اس کی وجہ مذہب اندلس (مالکی) کی مخالفت اوران کی سخت زبان تھی، تاہم مصادر سے جن طلباء کا تذکرہ مل سکا وہ یہ ہیں۔ محمد بن احمد بن محمد بن حسن بن اسحاق (م فی حدود ۴۵۰ھ)، عبدالملک بن زیادۃ اللہ التمیمی الطبنی(م۴۵۷ھ)، سالم بن احمد بن فتح(م۴۶۱ھ)، صاعد بن احمد بن عبدالرحمٰن التغلبی القرطبی(م۴۶۲ھ)، احمد بن عمر بن انس العذری المری المعروف ابن الدلائی(م۴۷۳ھ، اور ان کے شیخ بھی ہیں)، عمر بن حیان بن خلف (م۴۷۴ھ)، عبد اللہ بن محمد الصابونی(م۴۷۸ھ)، الفضل بن علی بن احمد بن سعید بن حزم ابورافع (م۴۷۹ھ)، علی بن سعید العبدری(م۴۹۱ھ)، عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن العربی الاشبیلی (م۴۹۳ھ)، محمد بن ابی نصر بن فتوح بن عبداللہ الازدی الحمیدی(م۴۸۸ھ)، محمد بن خلف الخولانی(م بعد ۴۹۴ھ)، یعقوب بن علی بن

احمد بن سعید بن حزم(م۵۰۳ھ)، محمد بن الولید بن محمد بن خلف الطرطوشی (م۵۱۰)، محمد بن محمد بن مسلمہ (م۵۱۱ھ)، شریح بن محمد بن شریح الرعینی المقری الاشبیلی (م۵۳۹ھ)، حسین بن عبد الرحیم بن نام البہرانی، محمد بن عبید اللہ اللخمی اور مصعب بن علی بن احمد بن سعید بن حزم[۵]۔

۳۔ علمی آثار

ابن حزم کی علوم اسلامیہ کے مختلف موضوعات حدیث، فقہ، اصول، سیرت و تاریخ، لغت و ادب، منطق، کلام اور انساب و ملل پر موجود و مفقود کتب ورسائل کی تعداد ایک صد سینتیس(۱۳۷) شمار کی گئی ہے[۶] جن میں سے، "الإحكام فی أصول الأحكام"، "الفصل فی الملل والأهواء والنحل" "طوق الحمامة" اور "المحلی" نے بڑی شہرت حاصل کی۔

۲۔ المحلی کا تعارف

الف۔ المحلی کا خارجی تعارف

ا۔ المحلی کا نام

کتاب ھذا کے نام میں "المحلّی" کا لفظ قدر مشترک ہے اس نام کے ساتھ اضافوں میں اختلاف ہے۔ طرطوسیؒ نے المحلی بالآثار[۷] اور امام ذہبیؒ(م۷۴۸ھ) نے تین نام "المحلی فی شرح المجلی" "المحلّی شرح المجلّی" اور "المحلی فی شرح المجلی بالحجج والآثار" ذکر کیے ہیں[۸]۔ کتب کی فہارس مرتب کرنے والوں نے اس کتاب کا نام "المحلی بالآثار فی شرح المجلی بالاختصار"[۹] ذکر کیا ہے۔

المحلی کے نام میں سب سے عجیب بات حاجی خلیفہ (م۱۰۶۷ھ) کا یہ قول ہے۔ "المحلی فی الخلاف العالی فی فروعِ الشافعية" پھر اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ یہ کتاب مذہب فقہ شافعی کی نہیں، شاید کہ المحلی کی شافعیہ کی طرف نسبت اس لئے کر دی گئی ہو کیونکہ ابن حزم ظاہریت اختیار کرنے سے پہلے کچھ عرصہ فقہ شافعی کے بھی پیروکار رہے تھے[۱۰]۔ یہ ظاہریت اختیار کرنا تقلیدی رنگ میں قطعاً نہ تھا بلکہ کئی جگہ اہل ظاہر کا بھی رد کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود کو متبع سنت کہلانا پسند کرتے تھے۔

۲۔ مفہوم

حلّی یُحلّی تحلیة، مادہ (ح ل ی) ناقص یائی سے باب تفعیل ہے۔ جس کے معنی آراستہ کرنا اور سجانا کے ہیں۔ المحلّی اس باب سے اسم مفعول ہے جس کا مطلب ہے آراستہ کیا ہوا، سجایا ہوا۔ "أی تزیّن"[۱۱] اس طرح ابن

حزم کی کتاب "المحلى بالاثارفي شرح المجلى بالاختصار" کا مفہوم ہوگا: احادیث و آثار سے مزین، المحلی کی مختصر شرح۔

۳۔ نسبت

المحلی کے ابن حزم الاندلسیؒ (م ۴۵۶ھ) کی تصنیف ہونے میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔ کیونکہ مورخین و مصنفین کی فہارس مرتب کرنے والوں نے اس کی نسبت ابن حزمؒ کی طرف کی ہے۔ المحلی کے تکملہ "مسأله من الكتاب الايصال تكملة لما انتهى اليه أبو محمد من كتاب المحلى"[۱۲] میں اس کی نسبت ابن حزمؒ کے بیٹے ابو رافعؒ کی طرف جو کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ المحلی کی تکمیل سے پہلے ہی جب ابن حزم کا وقت آخر آگیا تو اس وقت وہ جلد نمبر ۱۰ مسالۃ ۲۰۲۳ بعنوان "مسألة فى دية العمد والخطاء" تک پہنچے تھے۔ تب انہوں نے اپنے بیٹے ابو رافع الفضل بن علی کو الایصال کی روشنی میں المحلی کو مکمل کرنے کی وصیت کی۔۔ اس سے آگے مسالہ ۲۰۲۴ سے گیارہویں جلد کے آخر تک ۲۸۵ مسائل کو ان کے صاحب زادے نے الایصال سے خلاصہ کر کے مکمل کیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ المحلی، ابن حزم کی آخری تالیفات میں سے ہے۔

۴۔ وجہ تالیف

امام ابن حزم کتاب المحلی کی وجہ تالیف مقدمہ میں یوں لکھتے ہیں:

> "واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ہم ان مختصر مسائل کی قدرے توضیح کریں جن کو ہم نے اپنی کتاب الموسوم "المجلی" میں جمع کیا ہے اور براہین و دلائل کو مختصراً بیان کرنے پر اکتفا کریں تاکہ طالب و مبتدی بسہولت ان سے استفادہ کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے بحث و استدلال میں مہارت حاصل ہو۔ اختلافی مسائل سے آگاہ ہو اور ان دلائل کی صحت سے باخبر ہو جن سے حق کی پہچان ہوتی ہے مگر لوگوں نے (بلا وجہ) انہیں متنازعہ بنا رکھا ہے۔ بایں طور مبتدی، قرآنی احکام اور احادیث سے آگاہ ہوگا، جو رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں یہ ملکہ پیدا ہوگا کہ غیر صحیح احادیث میں فرق و امتیاز کر سکے۔ ثقہ راویوں سے آشنا ہو اور ان کو ضعیف راویوں سے ممیز و ممتاز کر سکے۔ اس سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قیاس اور اس کے قائلین کا فساد و تناقض واضح کیا جائے۔ ان مقاصد کے پیش نظر میں نے

استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی کہ وہ حق کی امداد کی طرف راہنمائی فرمائے۔ میں نے خالق حقیقی سے اس کے اظہار و بیان کی توفیق مانگی اور نیز یہ کہ وہ وہاب حقیقی (اس ناچیز کاوش کو) خاص طور سے اپنی خوشنودی و رضا کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ کتاب ھٰذا کے قاری پر یہ حقیقت خوب عیاں ہونی چاہیے کہ ہم نے اس میں صرف اسی حدیث سے اخذ واحتجاج کیا ہے جو متصل ہونے کے ساتھ ساتھ ثقہ راویوں سے مروی و منقول ہو۔ ہم نے ضعیف و منسوخ حدیث کی صرف مخالفت ہی نہیں کی بلکہ اس کے ضعیف اور منسوخ ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ"[۱۳]۔

۵۔ المحلی کی طباعات

۱۔ پہلی بار مطبعۃ النہضۃ، مصر سے ۱۳۴۷ھ تا ۱۳۵۲ھ کو گیارہ جلدوں میں، شیخ محمد منیر الدمشقی کی تصحیح و تحقیق سے شائع ہوئی[۱۴]۔

۲۔ اس طبع پر شیخ احمد محمد شاکر نے تعلیق لکھی۔ پہلی چھ جلدوں میں احادیث کی تصحیح وتضعیف بھی کی۔ باقی اجزاء میں تحقیق نادر اور آخری تین اجزاء میں تحقیق ناقص ہے۔ دارالتراث، القاہرہ سے گیارہ جلدوں اور ۴۳۸۸ صفحات پر مشتمل، اس کتاب کو شائع کیا۔ مقالہ ھٰذا میں اسی نسخہ کے حوالہ جات درج ہیں۔ ہر جلد کی تفصیل درج ذیل ہے:

جلد ۱: صفحات ۲۸۶ مسائل ۱-۱۶۹ مقدمہ، مسائل التوحید، مسائل من الاصول، کتاب الطہارۃ۔

جلد ۲: صفحات ۲۸۸ مسائل ۱۷۰-۲۸۵ کتاب الطہارۃ، کتاب التیمّم، کتاب الحیض والاستحاضہ، کتاب الصلاۃ۔

جلد ۳: صفحات ۲۸۸ مسائل ۲۸۶-۳۷۶ کتاب الصلاۃ۔

جلد ۴: صفحات ۲۸۴ مسائل ۳۷۷-۵۱۲ کتاب الصلاۃ۔

جلد ۵: صفحات ۲۹۱ مسائل ۵۱۳-۶۷۲ کتاب الصلاۃ، کتاب الزکاۃ۔

جلد ۶: صفحات ۲۸۰ مسائل ۶۷۳-۷۷۴ کتاب الزکاۃ، کتاب الصیام۔

جلد ۷: صفحات ۵۶۲ مسائل ۷۷۵-۱۱۱۳ کتاب الصیام، کتاب الحج، کتاب الجہاد، الاضاحی، الاطعمۃ الصید، الاشربۃ اور کتاب العقیقۃ پر مشتمل ہے۔

جلد ۸: صفحات ۵۵۸ مسائل ۱۱۱۴-۱۵۰۷ کتاب النذور، الوعد، الأیمان، القرض، الرہن، الحوالۃ الکفالۃ، الشرکۃ، القسمۃ، کتاب الاستحقاق والغصب والخبایات علی الاموال، الصلح، کتاب المداینات والتفلیس

الاجارات والاجراء، کتاب المزارعۃ والمغاربۃ، کتاب المعاملۃ فی الثمار، الوکالۃ، المضاربۃ و ہی القراض الاقرار، کتاب اللقطۃ والضالۃ، کتاب الودیعۃ، کتاب الحجر، الاکراہ، کتاب البیوع۔

جلد ۹: صفحات ۵۶۸ مسائل ۱۵۰۸-۱۸۶۲ کتاب البیوع، الشفعۃ، السلم، الہبات، العاریۃ، الضیافۃ، العتق، کتاب الکتابۃ، المواریث، الوصایا، الامامۃ، الاقضیۃ، الشہادات، النکاح۔

جلد ۱۰: صفحات ۵۵۲ مسائل ۱۸۶۳-۲۱۰۶ کتاب الرضاع، الایلاء، الظہار، العنین، النفقات، اللعان، ماینسخ بہ النکاح، الطلاق، الخلع، المتعۃ، الحضانۃ، کتاب الدماء والقصاص والدیات۔

جلد ۱۱: صفحات ۴۳۲ مسائل ۲۱۰۷-۲۳۰۸ کتاب الدماء والقصاص والدیات، کتاب الحدود، کتاب المحاربین، مسائل التعزیر ومالا حد فیہ۔

۳۔ یہی نسخہ دوسری بار طبعۃ التجاریۃ فی مطبعۃ الامام، مصر سے ۱۳۸۴ھ کو گیارہ جلدوں میں شیخ محمد خلیل ھراس کی تعلیق سے نشر ہوا[۱۵]۔

۴۔ حنان عبد المنان کی نگرانی میں ۳۰۲۹ صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں، بائیبل پیپر پر ۲۰۰۳ء میں بیت الافکار الدولیۃ، الاردن، السعودیۃ نے شائع کیا۔ اس طبع کی کئی خصوصیات ہیں مثلاً، شروع میں ایک علمی مقدمہ ہے جس میں ابن حزم کے نظریہ حدیث اور جرح و نقد کے اسلوب کو واضح کیا گیا ہے۔ آخر میں قرآنی آیات اور احادیث و آثار کی فہارس دی گئی ہیں، حسب ضرورت اعراب بھی لگائے گئے ہیں اور خوبصورت کمپیوٹر کمپوزنگ سے مزین ہے۔

۵۔ المحلّی کا اُردو زبان میں پروفیسر غلام احمد حریری (م ۱۹۹۸ء) نے ترجمہ بھی کیا ہے۔ جس کی پہلی تین جلدیں مولانا ابو الاشبال صغیر احمد بہاری، مقیم جدہ، کی نظر ثانی کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ جلد اوّل کو دارالدعوۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور سے المجلس العلمی السلفی، نے ۱۹۸۴ء میں نشر کیا۔ دوسری اور تیسری جلد مرکز الدعوۃ والارشاد نے شائع کی۔ بقیہ مسودہ ہنوز زیور سے طبع آراستہ نہ ہو سکا، اس عظیم کتاب کو تخریج اور اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع کرنا بہت بڑی دینی خدمت ہو گی۔

۶۔ المحلی کے اکمالات واختصارات

المحلی کی تکمیل واختصارات پر مندرجہ ذیل تالیفات لکھی گئیں:

۱۔ اختصار المحلی لِابن العربی الحاتمی (م۶۳۸ھ)، اسے المعلّٰی فی اختصار المحلّٰی بھی لکھا گیا ہے[۱۶]۔ اس کا نسخہ تیونس میں ہے[۱۷]۔ اس کے مؤلف محمد بن علی بن محمد، ابو بکر محی الدین المعروف ابن العربی الحاتمی، الصوفی، الظاہری، الاندلسی ہیں۔ ان کی کئی تصانیف ہیں، جن میں سب سے زیادہ مشہور "الفتوحات المکیة" ہے[۱۸]۔

۲۔ اختصار المحلی للعمرانی[۱۹]۔

۳۔ الأنوار الأجلی فی اختصار المحلّی لِابی حیان الأندلسی(م ۷۴۵ھ)۔ اسے "النور الأجلی" اور" الانوار الأعلی" کے ناموں سے بھی لکھا گیا ہے[۲۰]۔ اس کے مؤلف اثیر الدین محمد بن یوسف بن علی، اَبو حیان الغرناطی، الحیانی، جوجۃ العرب، فرید العصر، اپنے زمانے میں نحویوں کے امام، مغربی عالم اور تفسیر البحر المحیط کے مصنف ہیں۔[۲۱]۔

۴۔ تتمة المحلّی لِأبی رافع الفضل بن علی بن احمد بن سعید بن حزم(م۴۷۹ھ)، یہ المحلی کے ساتھ دسویں جلد کے آخر مسئلہ ۲۰۲۴ سے گیارہویں جلد کے اختتام تک مطبوع ہے۔

۵۔ القدح المعَلّی فی اکمال المحَلّی، اس کے مؤلف بعض ظاہری علماء ہیں۔ ابو عبد الرحمٰن ابن عقیل ظاہری نے ذکر کیا ہے کہ صفدی نے ترجمہ ابن حزم میں لکھا ہے کہ میں نے اسے تین جلدوں پر مشتمل ابن خلیل کے خط میں ابن سید الناس (م۷۳۴ھ) کے پاس دیکھا تھا[۲۲]۔

۶۔ المعلّٰی تتمة المحلّٰی، اس کا مؤلف مجھول ہے۔ شیخ ابراہیم کتانی کو یہ کتاب شہر سلا کی عظیم مسجد کے مکتبہ میں ملی تھی [۲۳]۔

۷۔ المستحلی فی اختصار المحلّٰی، امام شمس الدین ذہبی(م۷۴۸ھ) کی ہے[۲۳ب]۔

۸۔ المورد الأحلی فی اختصار کتاب المحلّٰی، امام ذہبی کے مجھول شاگرد اس کے مؤلف تھے[۲۴]۔

۹۔ معجم فقه ابن حزم الظاهري، شیخ محمد المنتصر کتانی (م۱۴۱۷ھ) نے مرتب کیا اور دار الکتب العلمیہ، بیروت نے ۲۰۰۹ء میں رنگین دو جلدوں میں طبع کیا۔ اس کے شروع میں بھی ایک علمی مقدمہ ہے۔

۷۔ المحلی کے تعاقب میں لکھی جانے والی کتب

۱۔ الرد علی المحلّٰی لعبد الحق الانصاری (م۶۳۱ھ)[۲۵]، اس کے مؤلف عبد الحق بن عبد اللہ بن عبد الحق، ابو محمد الانصاری حافظ، اصولی اور اشبیلیہ کے قاضی تھے[۲۶]۔

۲۔ السیف المجلی علی المحلی،اسے عصر حاضر کے ایک ہندوستانی مؤلف،مہدی حسن القادری نے لکھا ہے۔ مطبعۃ العزیزیۃ، حیدر آباد، دکن سے ۱۳۹۴ھ کو چار اجزاء میں طبع ہوئی تھی[۲۷]۔

۳۔ القِدْحُ المعلَّی فی الکلام علی بعض أحادیث المحَلَّی للحلبی المقری (م۷۳۵ھ)[۲۸]،اسے عبدالکریم بن عبدالنور بن منیر، قطب الدین، أبو محمد، امام، الحافظ، المحدث، بقیۃ السلف، مؤلف تاریخ مصر نے لکھا[۲۹]۔

۴۔ المعلی فی الرد علی المحلّٰی لِابن زرقون المالکی (م۶۲۱ھ) [۳۰]،اس کے مؤلف محمد بن محمد سعید، ابوالحسن الاشبیلی، المعروف ابن زرقون ہیں جو مالکی مذہب کے ایک متعصب فقیہہ اور جلیل القدر حافظ تھے[۳۱]۔

ب۔ المحلی کا داخلی تعارف

ا۔ اسلوب بیان

فقہ ظاہری کے موجود و میسر مصادر میں سے اہم ترین مصدر "المحلی" فقہ اسلامی کے بڑے بڑے دواوین میں سے ایک ہے، جو فقہ ابن حزم کے مختصر متن "المجلی" کی شرح اور فقہ ظاہری کے مسائل کا خلاصہ ہے۔ جس کی تفصیل ابن حزم کی ایک دوسری عظیم کتاب الایصال میں موجود تھی، جو اس وقت ناپید ہے۔ ابن حزم کے اس فقہی موسوعہ "المحلی" میں مسائل کا اسلوب بیان درج ذیل ہے:

۱۔ ہر فقہی مسئلہ کا آغاز "مسألہ" لکھ کر کرتے ہیں۔

۲۔ آغاز مسئلہ میں، مسئلہ کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

۳۔ ہر مسئلہ اپنی جگہ پر ایک مستقل قضیہ ہے۔ بعض مسائل ایک سطر، ایک یا چند صفحات، کئی ایک دس دس، بیس بیس اور کئی تو تیس تیس صفحات پر مشتمل یا اس سے بھی زیادہ طویل ہیں[۳۲]۔

۴۔ نصوص شرعیہ کے ظاہر پر مسئلہ کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اپنے استنباط واستدلال میں احادیث و آثار کو نہ صرف متعدد طرق سے بیان کرتے ہیں بلکہ ان روایات کو جرح و تعدیل کے اصولوں پر پرکھ کر ان پر صحت یا ضعف کا حکم بھی لگاتے ہیں۔

۵۔ اجماع امت کو بھی دلیل شرعی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ابن حزم نے المحلی اور الاحکام میں

اپنے نظریہ اجماع کو بیان کیا ہے۔ مزید یہ کہ نظریہ اجماع کی وضاحت کے ساتھ ساتھ "مراتب الاجماع" میں علیحدہ سے تمام اجماعی مسائل کو ابواب فقہ پر مرتب بھی کر دیا ہے۔[۳۳]

۶۔ اگر نصوص میں بظاہر کوئی تعارض نظر آئے تو ان میں تطبیق یا تنسیخ کو بھی واضح کرتے ہیں[۳۴]

۷۔ فقہ الصحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور بعض مفقود فقہی مذاہب جو اپنے زمانے میں موثر تھے، جیسے مذہب اوزاعیؒ (م۱۵۷ھ)، ثوریؒ(م۱۶۱ھ)، ابو ثورؒ (م۲۴۰ھ) وغیرہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

۸۔ پھر دیگر معروف ائمہ کے اقوال درج کرتے ہیں جن میں زیادہ تر امام ابو حنیفہؒ (م۱۵۰ھ)، امام مالکؒ (م۱۷۹ھ)اور امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) ہیں۔ امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) کے اقوال بہت کم درج کرتے ہیں کیونکہ وہ انہیں امام الحدیث سمجھتے تھے۔

مذکورہ ائمہ کے دلائل سند سے نقل کرکے ایک ایک کارد کرتے جاتے ہیں۔ مناظرانہ اسلوب سے بعض اوقات ان ائمہ کے اقوال کارد انہی کے اصولوں کی روشنی میں کرتے ہیں۔ جیسے احناف کارد قیاس اور مالکیوں کا قول صحابی سے۔ ابن حزمؒ قیاس اور اقوال صحابہ کو خود حجت تسلیم نہیں کرتے، لیکن حجت سمجھنے والے جب قیاس یا اقوال صحابہ کی مخالفت کرتے ہیں تو ان کی مخالفت کو بطور دلیل بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح قول بلا برہان، تقلید، قیاس، استحسان وغیرہ کے مسائل میں ائمہ کی آراء کارد کرتے ہیں اور آخر میں صحیح حدیث کی روشنی میں اپنے موقف کی تائید کرکے اس کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔

۲۔المحلی کے مصادر

۱ ۔ القران الكريم۔

۲ ۔ الجامع الصحيح، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاری(م۲۵۶ھ)۔ مرویات صحیح بخاری کو المحلی میں ابن حزم نے مندرجہ ذیل دو طرق سے روایت کیا ہے:

الف۔ عبدالرحمٰن بن عبدالله بن خالد الوهراني، عن إبراهيم بن أحمد، أبی إسحاق البلخی، عن محمد بن يوسف عن الفربری،عن البخاری[۳۵]

ب۔ عن عبدالله بن ربيع، عن محمد بن يحيیٰ بن مفرج، عن سعيد بن السكن، عن الفربری، عن البخاری[۳۶]

۳۔ صحیح مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيری(م۲۶۱ھ)۔ اسے ابن حزمؒ نے ایک ہی سند یعنی عن عبدالله بن يوسف بن نامی، عن احمد بن فتح، عن عبدالوهاب بن عيسى، عن أحمد بن محمد، عن أحمد بن علی، عن مسلم سے روایت کیا ہے[۳۷]۔

۴۔ سنن أبی داود: سليمان بن الأشعث السجستانی(م۲۷۵ھ)۔ اسے دو طرق سے روایت کرتے ہیں:

الف۔ عن عبدالله بن ربيع التميمی، عن محمد بن إسحاق بن السليم، عن ابن الأعرابی، عن أبی داود[۳۸]۔

ب۔ عن عبد الله بن ربيع، عن عمر بن عبد الملك الخولانی، عن محمد بن بكر بن محمد بن داسه، عن أبی داود[۳۹]۔

۵۔ سنن النسائی، أبوعبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائیؒ(م۳۰۳ھ)۔ اسے المحلی میں ایک سند سے روایت کرتے ہیں جو یہ ہے: عن عبدالله بن ربيع، عن محمد بن معاوية عن النسائی[۴۰]۔

۶۔ موطأ الإمام مالك، الإمام مالك بن أنس(م۱۷۹ھ)۔ ابن حزم نے المحلی میں اسے بھی ایک سند سے روایت کیا ہے جو یہ ہے: عن أحمد بن محمد بن الجسور، عن أحمد بن سعيد بن حزن الصفدی، عن عبيد الله بن يحيیٰ بن يحيیٰ، عن أبيه، عن مالك[۴۱]۔

۷۔ مسند احمد بن حنبل اوران کے مسائل: أبو عبد الله أحمد بن حنبل الشيبانی(م۲۴۱ھ)۔ ابن حزم اسے مندرجہ ذیل دو طرق سے روایت کرتے ہیں:

الف۔ عن حمام بن أحمد، عن عباس بن أصبغ، عن محمد بن عبد الملك ابن أيمن، عن عبدالله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه[۴۲]

ب۔ عن أحمد بن عمر بن أنس، عن عبيدالله بن محمد السقطی، عن أحمد بن جعفربن محمد الختلی، عن عمر بن محمد بن عيسیٰ الجوهری السذابی، عن أحمد بن محمد بن هانی الأثرم، عن أحمد بن حنبل[۴۳]۔

۸ ۔ مسند سعید بن منصور، الحافظ سعید بن منصور الخراسانی المکی(م۲۲۸ھ) **احکام الحج میں قران، یعنی حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھنے کے متعلق ابن عباسؓ اور مجاھد کے اقوال سعید بن منصورؒ کی روایت سے نقل کرتے ہیں**[۴۴]۔

۹۔ مصنف عبد الرزاق، أبو بکر عبد الرزاق بن همام الصنعانی(م۲۱۱ھ)۔ **ابن حزمؒ نے اسے حمام بن احمدؒ کے ذریعے مندرجہ ذیل دو طرق سے المحلی میں روایت کیا ہے:**

الف۔ عن حمام بن أحمد، عن ابن مفرج، عن ابن الأعرابی، عن الدبری، عن عبد الرزاق[۴۵]۔

ب۔ عن حمام بن أحمد، عن عبد الله بن محمد بن علی الباجی، عن أحمد ابن خالد، عن عبیدالله بن محمد الکشوری، عن محمدبن یوسف الحذاقی، عن عبد الرزاق[۴۶]۔

۱۰ ۔ مصنف ابن أبی شیبة، أبوبکر عبدالله بن محمد بن أبی شیبة(م۲۳۵ھ) **اسے ابن حزم نے ذیل کے چار طرق سے روایت کیا ہے:**

الف۔ عن أحمد بن محمد بن الجسور، عن محمد بن عبدالله بن أبی دیلم، عن محمد بن وضاع، عن ابن أبی شیبة[۴۷]۔

ب۔ عن أحمد بن محمد بن الجسور، عن وهب بن مسره، عن محمد بن وضاع[۴۸]۔

ج۔ عن یحییٰ بن عبد الله بن مسعود، عن أحمد بن دحیم بن إبراهیم بن حماد، عن إسماعیل بن إسحق القاضی، عن ابن أبی شیبة[۴۹]۔

د۔ عن یونس بن عبدالله بن محمد الصفار، عن أبی عیسیٰ یحییٰ بن عبدالله بن یحییٰ اللیثی، عن أحمد بن خالد الجباب، عن محمد بن وضاع، عن ابن أبی شیبة[۵۰]۔

۱۱ ۔ مصنف الطحاوی: أحمد بن محمد بن سلامة بن سلمة الأزدی الطحاوی المصری(م۳۲۱ھ)[۵۱]۔

۱۲ ۔ مسند أبوداود الطیالسی: سلیمان بن داود بن الجارود الفارسی البصری(م۲۰۴ھ) **کو مندرجہ ذیل ایک ہی سند سے روایت کرتے ہیں:** هشام بن سعید الخیر عن عبد الجبار بن أحمد المقری، عن الحسن بن الحسین النجیرمی عن جعفر بن محمد بن الحسن الأصفهانی، عن یونس بن حبیب بن عبدالقادر، عن أبو داود الطیالسی[۵۲]۔

۱۳۔ مصنف قاسم بن أصبغ، أبو محمد قاسم بن أصبغ بن محمد بن یوسف البیانی القرطبی (م ۳۴۰ھ)۔ اسے ابن حزم کئی طرق سے روایت کرتے ہیں۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

محمدبن سعید بن نبات سے چار، أحمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بن أصبغ، عبداللہ بن ربیع، أحمد بن محمد الطلمنکی اور یحییٰ بن عبدالرحمن بن مسعود سے ایک ایک طرق سے روایت کرتے ہیں[۵۳]۔

۱۴۔ کتاب العذری: أحمد بن عمر بن أنس العذری المری المعروف ابن الدلایئ (م ۴۷۸ھ)۔ اس ضمن میں ابن حزم نے ابو بکرؓ پر عمرؓ کی فضیلت کا حوالہ اس کتاب سے دے کر رد بھی کیا ہے[۵۴]۔

۱۵۔ سنن ابن أیمن، أبو عبداللہ محمد بن عبدالملك بن أیمن الأندلسی (م ۳۳۰ھ)۔ ذیل کی ایک سند سے روایت کرتے ہیں: عن حمام بن أحمد عن عباس بن أصبغ، عن محمد بن عبدالملك بن أیمن[۵۵]۔

۱۶۔ سنن الاثرم: أبو بكر أحمد بن محمد بن ھانی الاثرم البغدادی (م ۲۷۳ھ)[۵۶]۔

۱۷۔ ابن حزم کی اپنی کتابیں، جن میں اہم ترین الایصال ہے[۵۷] جس کا المحلی ایک خلاصہ ہے۔

وہ مصادر جن کا بہت کم تذکرہ کرتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱۸۔ کتاب السبعه لعبد الرحمٰن بن زید۔

ممکن ہے اس کتاب میں مدینہ کے فقہاء سبعہ کے فقہی اقوال درج ہوں۔ ان میں قاسم بن محمد بن اَبی بکر الصدیقؓ، ابو محمد (م ۱۰۷ھ)، عروہ بن الزبیرؓ بن العوام (م ۹۴ھ)، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری البخاری المدنی ابو محمد (م ۹۹ھ)، سلیمان بن یسار مولیٰ میمونۃ اُم المومنینؓ، اَبو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام اور سعید بن المسیب (م ۹۴ھ) شامل ہیں۔ نماز فجر سے پہلے دائیں پہلو پر لیٹنے کے متعلق ان فقہاء کے عمل کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: وذکر عبدالرحمٰن بن زید فی کتاب السبعة[۵۸]۔

۱۹۔ کتاب المبسوط لإسماعیل بن إسحاق القاضی المالکی (م ۲۸۲ھ)۔

نماز قصر کے مباح ہونے کی مقدار پر ائمہ کے کئی اقوال ذکر کر کے کہتے ہیں: "ذکر ھذہ الروایات عنه إسماعیل بن إسحاق القاضی فی کتابه المعروف المبسوط"[۵۹]۔

۲۰۔ کتاب النبات لأبی حنیفة أحمد بن داؤد الدینوری اللغوی۔ احکام زکوۃ میں لفظ حبۃ کی تحقیق میں اس کتاب کا حوالہ دیتے ہیں (۶۰)۔

۲۱۔ کتاب الجامع الصغیر لمحمد بن الحسن (م ۱۸۹ھ) اس سفر کی مقدار میں جہاں روزہ چھوڑا جا سکتا ہو امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کر کے کہتے ہیں۔

"ذکر ذلك محمد بن الحسن فی الجامع الصغیر" (۶۱)۔

۲۱۔ کتاب أخبار فقهاء قرطبة لخالد بن سعد (م ۳۵۳ھ)۔أحکام القضاء میں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے (۶۲)۔خالد بن سعد نے یہ کتاب خلیفہ المستنصر باللہ (م ۳۶۶ھ) کے لئے لکھی تھی (۶۳)۔

۲۲۔ کتاب أحکام سحنون بن سعید

ابن اغلب کے زمانہ ولایت میں قیروان کی قضات میں جو فیصلے سحنون نے دیے تھے، ان کے بیٹے محمد بن سحنون (م ۲۱۳ھ) نے انہیں اس کتاب میں جمع کیا۔ ابن حزم نے کتاب التعزیر کے باب میں اس کا حوالہ نقل کیا ہے (۶۴)۔

۳۔المحلی کا علمی مقام و مرتبہ

المحلی، اسلامی ادب کی ان عظیم کتب میں سے ایک ہے جن میں قرآن، حدیث، اقوال صحابہؓ، تابعین، پانچویں صدی ہجری کے نصف اوّل (ابن حزم کے زمانے) تک کے ائمہ کی فقہی آرا، ہر گروہ کے دلائل اور ان پر نقد بھی موجود ہے، جس نے المحلی کو فقہ القرآن والحدیث میں دائرۃ المعارف کے درجہ پر فائز کر دیا ہے۔ معجم فقہ ابن حزم کے مؤلف، محمد المنتصر باللہ (م ۱۴۱۹ھ) کے مطابق اس میں ایک جلد کے برابر امام ابن حزم کے استنباطات وفتاوی، ایک جلد احکام القرآن اور ایک جلد احکام الحدیث پر مشتمل ہے۔ فقہ صحابہؓ و تابعین پر ایک جلد کے قریب ہے (۶۵)۔ ہر مسئلہ میں ہزاروں صفحات پر ان کے اقوال پھیلے ہوئے ہیں۔ ابن حزم نے اپنے ایک مستقل رسالہ "أصحاب الفتیاء من الصحابة فمن بعدهم إلی زماننا علی مراتبهم فی کثرة الفتیاء" (۶۶) میں ان فقہاء صحابہؓ وہ تابعین کو شمار کیا ہے جن کی تعداد ۱۶۲ کے قریب ہے۔ ان میں سات مکثرین، اکیس متوسطین اور ایک سو چونتیس مقلین شامل ہیں۔(ان صحابہؓ کے فقہی اقوال کو علیحدہ کرنے سے ایک مستقل جلد بنے گی۔ کئی فقہاء صحابہؓ کے فتاویٰ علیحدہ سے چھپ بھی چکے ہیں اور ان کا ترجمہ بھی میسر ہے۔) مقلین میں سے کئی صحابہ تو ایسے ہیں جن

سے صرف ایک، دو یا چند مسائل ہی منقول ہیں۔ ابن حزمؒ کے مطابق فقہاء صحابہؓ سے بیس ہزار سے زائد مسائل کے فتاویٰ منقول ہیں۔

ایک جلد کے برابر تبع تابعین اور پانچویں صدی ہجری کے نصف اوّل تک کے فقہاء کے فتاویٰ کی ہے۔ جن میں ائمہ اربعہ کے اقوال بھی شامل ہیں۔

دو جلد کے قریب فقہ حنفی اور دو فقہ مالکی کے رد میں، جب کہ ایک جلد کے برابر فقہ شافعی، ظاہری اور دیگر مذاہب کے رد میں ہے۔

فقہاء کا رد کرتے ہوئے بڑی شدت اختیار کرتے ہیں۔ ابن حزمؒ کی اس سختی کو اندلسی زاہد ابن العریف (م ۵۳۶ھ) نے حجاج کی تلوار سے یوں تشبیہ دی ہے۔"کان لسان ابن حزم و سیف الحجاج شقیقتین"(۶۷)۔

ابن حزم نے تقریباً بیس صحابیاتؓ اور چار تابعیات کی فقہی آراء بھی بیان کی ہیں، جو کتاب کے مختلف ابواب میں موجود ہیں۔ مذکورہ صحابہؓ وصحابیاتؓ کا ذکر مذکورہ مستقل رسالہ اور"الإحکام فی أصول الأحکام"میں بھی کیا ہے(۶۸)۔

تبع تابعین، ائمہ میں مرد و خواتین کے اقوال ابن حزم نے بلا تحریف نقل کیے ہیں۔ ڈاکٹر عبد الحلیم عویس کی تحقیق کے مطابق "حافظ ابن حزم نے المحلی میں کل ۵۴۶ علماء سلف کے آراء و اقوال درج کیے ہیں۔ ان میں سے بعض علماء کی ۶۰۰ سے بھی زائد آراء موجود ہیں"(۶۹)۔

ا۔ مسند و متواترات ابن حزم

یوں تو المحلی میں ہزاروں احادیث ہیں لیکن ایک جلد کے قریب ابن حزم کی مسند بنتی ہے۔ کیوں کہ ابن حزم نے ا"لمحلی" میں سات سو احادیث، نبی ﷺ تک اپنی سند سے بیان کی ہیں، جو اندلس کے چار حفاظ حدیث، بقی بن مخلد (م ۲۷۶ھ)، قاسم بن اصبغ (م ۳۴۰ھ)، احمد بن خالد (م ۳۳۲ھ) اور محمد بن ایمن (م ۳۳۰ھ) کے واسطے سے نقل کی ہیں۔ اوائل میں احادیث متواتر کو نادر و نایاب سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ بہت بعد میں امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے "الأزھار المتناثرہ فی الأحادیث المتواترہ" میں ایک سو گیارہ روایات کو جمع کیا۔ بعد ازاں ابو جعفر الکتانیؒ (م ۱۳۴۵ھ) نے ۳۱۰ احادیث کو"نظم المتناثرۃ فی الأحادیث المتواترۃ" میں بیان کر دیا۔

امام ابن حزمؒ اس سے بہت پہلے، تقریباً ۸۰ احادیث متواترہ کو "المحلی" میں درج کر چکے ہیں۔ متواتر کی تعریف ابن حزم نے یہ کی ہے کہ جسے دو سے زائد رواۃ بیان کریں جن کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو(۷۰)۔ المحلی میں کئی

روایات ایسی بھی ہیں جنہیں،انہوں نے پانچ، چھ یا سات طرق سے بیان کر کے بھی ضعف کا حکم لگایا ہے[۷۱]۔احادیث احاد و متواترہ کی اتنی بڑی تعداد اور ان کی مسند اس کتاب کے علمی مقام پر واضح دلیل ہے۔

۲۔ علماء کی آراء

علوم و معارف کی اسی بہتات کی بنا پر شیخ عز ابن عبد السلامؒ (م ۶۶۰ھ)[۷۲] نے کہا تھا۔

"ما رأیت فی کتب الإسلام فی العلم مثل المحلّی لابن حزم و کتاب المغنی لِابن قدامة"[۷۳]

شیخ الحدیث حافظ محمد بنیامین طورؒ (م۲۰۰۹ء) جن سے مقالہ نگار نے بخاری شریف کا درس لیا، کا کہنا تھا کہ ایک مجتہد و مفتی اگر "المحلی" "فتح الباری" اور "نیل الأوطار" تینوں کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کر لے تو مسائل کے استنباط اور ان کے دلائل میں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔

۳۔ المحلی میں فقہی غرائب کا ذکر

المحلی میں صحابہؓ و تابعین اور ائمہ سے منقول بہت سے فقہی عجائب و غرائب کا تذکرہ بھی ہے، جس کے مطالعہ سے فقہ اسلامی کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، جو انسانی مصالح کا خیال رکھنے، ہر زمانے اور تمام حالات میں راہنمائی کا موجب ہے۔ ابن حزمؒ نے ان نادر معلومات کو بلا تحریف ذکر کر دیا ہے، قطع نظر اس بات سے کہ وہ انہیں تسلیم کرتے ہیں یا نہیں جو اس کتاب کے علمی مقام پر دلیل ہے۔

المحلی کے ان فقہی غرائب میں بعض کی مولف نے موافقت کی ہے اور بعض کو قرآن و سنت کی دلیل سے رد کیا ہے۔ چند فقہی غرائب درج ذیل ہیں۔

۱۔ موزوں اور جرابوں کے بغیر پاؤں کا مسح

حضرت علیؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، حسن بصری، عکرمہ، شعبی اور امام طبری کا مذہب یہ ہے کہ موزوں اور جرابوں کے بغیر پاؤں پر مسح کرنا درست ہے۔

امام ابن حزم اس رائے کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "إنّما قلنا بالغسل فیهما"[۷۴]۔

دلیل میں عبد اللہؓ بن عمرو بن عاص کی اس روایت کو پاؤں پر مسح کرنے کی ناسخ قرار دیتے ہیں:

ویل لِلأعقاب من النار[۷۵]۔

۲۔ران(الفخذ) ستر میں شامل نہیں(الفخذ لیست عورة)

یہ رائے حضرت ابو بکر صدیقؓ، ثابت بن قیسؓ، انس بن مالکؓ، ابوذرؓ کی ہے، کسی صحابی سے اس کی مخالفت بھی مذکور نہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن صامت، ابوالعالیہ ابن ابی الذئب، سفیان ثوری اور داؤد ظاہری کے نزدیک مرد کی ران عورۃ میں شامل نہیں[۷۶]۔

امام ابن حزم نہ صرف اس رائے کی تائید کرتے ہیں بلکہ یہ بھی لکھتے ہیں:

"والأخبار فی أن الفخذ عورة، کلها واهیة ساقطة"[۷۷]۔

یہ رائے کھلاڑیوں اور پہلوانوں کے لئے آسانی کا موجب ہے۔

۳۔وقت سے پہلے نماز

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حسن بصری کے نزدیک وقت سے پہلے نماز جائز ہے۔ امام ابن حزمؒ کے مطابق ایسی عبادت جو وقت کے لحاظ سے محدود الطرفین ہو، اسے وقت سے پہلے یا بعد از وقت ادا کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں (قبل از وقت اور بعد از وقت) اس کے وقت نہیں[۷۸]۔

۴۔عمداً ترک نماز موجب کفر وارتداد

جس نے جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دی، یہاں تک کہ اس کا وقت گزر گیا وہ کافر و مرتد ہے۔ یہ رائے حضرت عمرؓ، معاذؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابوہریرہؓ اور دیگر صحابہؓ کی ہے[۷۹]۔ اس صورت میں ابن حزم کا نظریہ اس سے تھوڑا سا نرم ہے۔ لکھتے ہیں:

"من تعمّد ترك الصلاة حتی خرج وقتها فهذا لایقدر علی قضائه أبدًا، فلیکثر من فعل الخیر و صلاة التطوع، لیثقل میزانه یوم القیامة، و لیتب ولیستغفر اللّٰه عزّوجل"[۸۰]۔

(جو عمداً نماز کو ترک کر دے یہاں تک کہ اس کا وقت گزر جائے، وہ اس کی قضا پر کبھی بھی قادر نہیں ہو گا۔ اب وہ نیکی کے کام کرے، نفلی نمازیں زیادہ ادا کرے تا کہ قیامت کو اس کا میزان بھاری ہو اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے)۔

۵۔معدنیات سرکاری ملکیت ہیں

امام مالک کی رائے ذکر کرتے ہیں کہ جس کی زمین سے، چاندی، سونا، تانبا، لوہا، سیسہ، معدنی دھات، نمک، پھٹکڑی، سرمہ اور یاقوت وزمرد میں سے کوئی بھی چیز نکلے، وہ معدنیات زمین سمیت سلطان کی طرف لوٹ

جائے گی اور وہ مملکت کی ملکیت بن جائے گی (٨١)۔ امام ابن حزمؒ اور دیگر ائمہ جن میں امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور داؤد ظاہریؒ کے نزدیک ان معدنیات اور زمین کی ملکیت منتقل نہیں ہو گی۔ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

"فصح أن من ظهر فی أرضه معدن فهو له، یورث عنه و یعمل فیه ماشاء" (٨٢)۔

امام مالک کی یہ رائے بہت سے مفاسد سے بچاؤ کا باعث ہے جو گورنمنٹ کی رٹ کو چیلنج کرتے ہوں۔

٦ ۔ گواہوں کا نکاح کو چھپانا

گواہوں کا نکاح کو چھپانے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ رائے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام داؤد ظاہریؒ اور خود ابن حزمؒ کی ہے (٨٣)۔

بعض ائمہ کے نزدیک گواہ جب نکاح کو چھپائیں تو نکاح باطل ہو جاتا ہے۔ ابن حزمؒ بطلان نکاح کی اس رائے کو دو وجوہ سے خطا کہتے ہیں۔

(الف) جب دو عادل گواہ گواہی دے دیں تو ایسے نکاح سِرّ (پوشیدہ) کی نہی میں آپ ﷺ سے کوئی صحیح نص مذکور نہیں۔

(ب) ایسا نکاح جس میں گواہ مقرر ہو جائیں پوشیدہ رہتا ہی نہیں کیونکہ یہ پانچ لوگ تھے۔ ناکح، المنکح، المنکحہ اور دو گواہ۔ پھر عربی شعر کا حوالہ دیتے ہیں:

اَلسِّر یکتمه الإثنان بینهما و کل سرٍّ عد الإثنین منتشر (٨٤)

یہ رائے بعض اوقات بڑے مصالح کے حصول کا سبب بن سکتی ہے۔

٧ ۔ نکاح متعہ

آپ ﷺ کی رحلت کے بعد نکاح متعہ کی حلت پر ٩ صحابہؓ اور چار تابعین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ لیکن خود اس رائے کا رد کرتے ہیں کیونکہ یہ موقف نص کے خلاف ہے۔ لکھتے ہیں:

"لا یجوز نکاح المتعة وهو النکاح إلی أجل وکان حلالًا علی عهد رسول اللهﷺ ثم نسخها الله علی لسان رسوله نسخًا باتًا" (٨٥)۔

دلیل میں حضرت سبرہ الجہنیؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

"فَاِنّ الله قد حرمها علیکم إِلٰی یوم القیامة" (٨٦)۔

۸۔ حمل کی مدت

حمل کی مدت کے متعلق کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم، داؤد ظاہری، ظاہریہ کے نزدیک آخری وطی کے بعد زیادہ سے زیادہ ۹ ماہ اور کم از کم ۶ ماہ حمل کا دورانیہ ہو سکتا ہے۔ اس سے کم یا زیادہ درست نہیں۔ اگرچہ بعض صحابہؓ، تابعین اور ائمہ سے ۲، ۴، ۵، ۶ اور ۷ سال تک کے اقوال بھی منقول ہیں(۸۷)۔

۹۔ سرکاری مال کی چوری

بیت المال سے چوری پر، خواہ وہ مال غنیمت کا ہو یا خمس کا، چور پر حد نہیں ہو گی۔ سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس ایسا ہی مسئلہ آیا تو انہوں نے بذریعہ خط حضرت عمرؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

"لا قطع علیه لأن له فیه نصیبًا"

حضرت علیؓ نے خمس کے چور کے ہاتھ نہ کاٹے بلکہ اسے چھوڑ دیا اور کہا:

"إنّ له فیه نصیبًا"

یہی نظریہ ابراہیم نخعیؒ، حکم بن عتیبہؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ جبکہ امام مالکؒ، ابو ثورؒ، داؤد ظاہریؒ اور دیگر اہل ظاہر کے نزدیک سرکاری مال کی چوری پر قطع ید ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ نے کسی چور کو، خواہ بیت مال سے چرائے، غنیمت سے یا ایسے مال سے جس میں اس کا حصہ ہو، خاص نہیں کیا، سرکاری مال کے چور پر حد سرقہ ہو گی، تعزیر نہیں۔ ابن حزمؒ آیت سرقہ کو دلیل کے طور پر بیان کر کے کہتے ہیں:

آپ ﷺ نے ہر چور پر قطع ید کو لازم کیا(۸۸)۔

۱۰۔ مصحف کا چور

امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک مصحف کی چوری پر خواہ اس پر چاندی لگی ہو، یا وہ سینکڑوں درہم سے مزین ہی ہو، چور پر حد نہیں لگے گی کیونکہ چور کو تعلیم کا حق ہے۔ جب یہ اس کا حق ہے تو بیت المال کی چوری کی مثل ہے۔ اس لئے اس کی سزائے حد کو تعزیر میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

جبکہ دیگر ائمہ میں، امام مالکؒ، شافعیؒ، اہل ظاہر اور ابن حزمؒ کے نزدیک مصحف کے چور پر حد نافذ ہو گی، اور دلیل میں نص کا عموم پیش کرتے ہیں(۸۹)۔

۱۱۔ قحط میں چوری

بھوک کی وجہ سے تنگ شخص کو حضرت عمرؓ نے چور نہیں سمجھا اور فرمایا:

"إنّا لانقطع في عام المجاعة" (ہم قحط کے سال میں چوری کی سزا نہیں دیں گے)۔

ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ جسے بہت تکلیف ہو، اور اتنے مال کو چرائے جتنا اس کے نفس کے لئے کافی ہو جبکہ اس کے سوا کوئی اور ذریعہ بھی اس کے پاس نہ ہو تو اس پر کوئی سزا نہیں کیونکہ اس نے اپنا حق لیا ہے۔ اور انسان پر اپنے معاش سے مجبور ہو کر یہ لینا فرض تھا۔ اگر وہ یہ چوری نہ کرتا تو اپنے نفس کو ہلاک کر کے (۹۰) خدا کی نافرمانی کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"ولاتقتلُوا أنفسكم"(۹۱)۔

یہ رائے قضاۃ کے لئے چوروں کے بارے میں حالات کو پیش نظر رکھنے کی دلیل ہے جس سے نظریہ ضرورت ثابت ہوتا ہے۔

۱۲۔ المحلی میں ابن حزم نے کئی نادر اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ جیسے حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص باندھ کر لایا گیا۔ ایک بندہ کہنے لگا کہ اسے گذشتہ رات میری ماں پر احتلام ہوا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

"إذهب فأقمه في الشمس واضرب ظِلَّه"(۹۲) اسے لے جا کر دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو مارو۔ مدعی کا دعویٰ فضول تھا اس لئے حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ سنایا۔

المحلی میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو ابن حزمؒ کی اس کتاب کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ ان کا یہ فقہی دائرۃ المعارف کیسے کیسے ہیروں اور جواہرات سے بھرا ہوا ہے۔

۴۔ المحلّی۔ ایک تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

ابن حزمؒ بھی دیگر ائمہ کی طرح ایک امام ہیں، جن سے اجتہادی غلطی ممکن ہے، معصوم صرف انبیاءؑ کی ہستیاں ہیں۔ ابن حزمؒ میں مجتہد مطلق کی تمام شرائط و صفات پائی جاتی تھیں جنہیں استعمال میں لا کر ابن حزمؒ نے المحلی میں کل ۲۳۰۸ مسائل کا حل درج کیا، جن میں سے چند مسائل میں ان کی رائے پر نقد ہو سکتا ہے۔ ان کی قابل نقد آراء کتاب کی شان میں کمی کا باعث نہیں بلکہ اسے مزید خوبصورت بناتی ہیں کیونکہ انسان بالطبع خطاء و نسیان کا مرقع ہے۔ اسی لئے رسول ﷺ کے علاوہ ہر شخص کی بات رد بھی کی جا سکتی ہے اور قابل قبول ہونے کی صورت میں تسلیم بھی۔

ذیل میں ابن حزم کی ان چند فقہی آراء کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں تسلیم کرنا مشکل ہے۔ مثلاً

۱۔ اگر کوئی انسان کسی شخص کو کاٹنے کے لئے کتّے، یا کسی شیر کو چھوڑے، یا کسی احمق کو تلوار تھما دے اور اس کے نتیجے میں کوئی آدمی مارا جائے تو کتّے کو ابھارنے، شیر کو چھوڑنے اور احمق کو تلوار تھمانے والے کے بارے میں فرماتے ہیں۔"فلا ضمان على المهيج ولا على المطلق ولا على المعطى السيف"۔

اسی مسئلہ کے تحت مزید لکھتے ہیں:

اگر کوئی آدمی گڑھا کھودے اور اس گڑھے کو ڈھانپ دے، پھر کسی شخص کو اس راستے سے گزرنے کا حکم دے اور گزرنے والا اس میں گر کر مر جائے یا اسے کوئی نقصان پہنچے تو ابن حزمؒ کے نزدیک چونکہ وہ اختیاراً اچل رہا تھا اس لئے "فلا ضمان على آمره بالمشى ولا على الحافر"[۹۳]

ابن حزم کی اس رائے کو قبول کرنا درج ذیل وجوہ سے ممکن نہیں کیونکہ:

الف: ایسا کرنا دوسرے کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

ب: واضح نص کی عدم موجودگی میں بہت سے مسائل میں ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[۹۴] سے استدلال کرتے ہوئے ابن حزمؒ نے انسانی مصلحت کا لحاظ رکھا ہے،[۹۵] یہاں بھی وہی اصول استعمال ہونا چاہیے تھا جبکہ ایسا نہیں ہوا۔

ج: جان کا نقصان ہے جو "المسلم من سلم المسلمون"[۹۶] کے عموم کے تحت آتا ہے، ابن حزمؒ نے یہاں نص کی روح کو چھوڑا ہے۔

۲۔ اگر کسی شخص نے کھانے میں زہر ملائی پھر کھانے پر کسی کو دعوت دی جسے کھانے سے وہ مر گیا تو اس بارے میں لکھتے ہیں:

"لا قود فيه ولا دية ولا كفارة و إنما عليه ضمان الطعام الذى اَفْسَدَ"[۹۷].

آگے مزید لکھتے ہیں:

"لا قود على من سم الطعام لأحد مريدًا قتله فاطعمه اِيّاه فمات منه ولا دية عليه ولا على عاقلته ولا شئ[۹۸].

دلیل میں فتح خیبر کے موقع پر یہودیہ کا کھانے میں زہر ملانا، جس سے ایک صحابیؓ رسول ﷺ بشرؓ بن براء کی شہادت ہوئی، کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہودیہ کو قصاصًا قتل کرنے والی تمام روایات سندًا مجروح ہیں۔ اس لئے کھانے میں زہر دینے والے مجرم پر کوئی سزا نہیں۔ دوسری روایت ذکر کرتے ہیں:

"أن رسول اللهﷺ قال لها: أسمتِ هذه الشاة؟ قالت نعم فعفا عنها رسولُ اللهﷺ ولم يعاقبها"(۹۹)۔

ان الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے یہودیہ کو معاف کیا تھا۔ معاف جرم کو کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس یہودیہ کی سزا تو بنتی تھی مگر آپ ﷺ نے اسے معاف فرمادیا۔

نص کے مطابق ورثاء قاتل کو معاف کرنے کا شرعی حق رکھتے ہیں اور آپ ﷺ نے بطور سلطان اسے معاف کیا ہو گا۔ دھوکے سے قتل کرنا فساد بھی ہے اور ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اس صحابیؓ کے خون کو باطل قرار نہیں دیا بلکہ یہودیہ کو معاف کیا۔

ابن حزم کی یہ رائے بھی قبول کرنا کئی مسائل کا سبب بن سکتی ہے۔

۳۔ ابن حزم کی آراء میں تناقض یا مسئلہ میں غلطی کی وجہ سے ان کی آراء پر نقد کے کئی مواقع اور بھی ہیں۔ مثلاً:

نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کے متعلق لکھتے ہیں:

"و أما رفع الأيدى فانه لم يات عن النبىﷺ أنه رفع فى شئ من تكبير الجنازة اِلّا فى أوّل تكبيرة فقط، فلا يجوز فعل ذلك، لأنه عمل فى الصلاة لم يات به نص"(۱۰۰).

جنازہ میں تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع الیدین پر کوئی نص نہیں۔ حالانکہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا کرتے تھے(۱۰۱)۔

چونکہ یہ صحابی کا عمل ہے جو مطلقاً ابن حزمؒ کے نزدیک دلیل نہیں۔ جبکہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً بھی مروی ہے کہ جب نبی ﷺ نماز جنازہ پڑھتے تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے:

"ان النبىﷺ كان اذا صلى على جنازة رفع يديه فى كل تكبيرة واذا انصرف سلم"(۱۰۲).

یہ گویا فعل رسول ﷺ پر صریح نص ہے۔

اسی مسئلہ میں جنازہ میں دو سلاموں کے قائل ہیں۔ لکھتے ہیں:

"و أما التسليمتان فهي صلاة، وتحليل الصلاة التسليم، والتسليمة الثانية ذكر وفعل خير و باللّٰه تعالٰى التوفيق"(۱۰۳).

جنازہ کو دیگر نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے دو سلاموں کو، باوجود عدم نص کے درست قرار دیتے ہیں جبکہ رفع الیدین کو عدم ثبوت (ان کے نزدیک) کی بناپر پہلی تکبیر کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ یہ تناقض ہے۔

دوسرا تناقض یہ ہے کہ ان کے مطابق جنازہ میں آپ ﷺ سے سات تکبیریں ثابت نہیں لیکن ساتھ ہی ذکر کرتے ہیں کہ تین سے کم اور سات سے زیادہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں[۱۰۴]۔

دوسری عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ سات تک ثابت ہیں، اس سے زیادہ کا ثبوت نہیں۔ یہ تناقض ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ مسئلہ عدت میں لکھتے ہیں: اگر عورت عدت میں ہو اور اسے حمل، حیض یا ناامیدی کے بارے میں قطعی یقین بھی نہ ہو تو حمل واضح ہونے تک انتظار کرے۔ اگر حاملہ ہو گی تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اگر اسے کافی دیر کے بعد پتہ چلے کہ وہ حاملہ نہیں اور اس کی عدت کی مدت بھی گزر چکی ہے تو وہ آگے شادی کر سکتی ہے۔

"لِأنها قد تمت عدتها المتصلة بما أوجبها اللّٰه تعالٰی من الطلاق، اما الإقرار و أما الشهور"[۱۰۵]۔

آگے ایک دوسری صورت بیان کرتے ہیں:

اگر عدت گزارنے والی عورت کو ایک یا دو حیض آئے، پھر حیض رُک گیا۔ یہ عورت تب تک انتظار کرے گی جب تک تین حیض مکمل نہ کرلے یا وہ حیض سے ناامید نہ ہو جائے۔ اسی انتظار میں جب وہ یئسن من الحیض کی عمر کو پہنچے گی تو "استانفن ثلاثة قروء"[۱۰۶] نئے سرے سے تین حیض انتظار کرے گی۔

پہلی صورت (حمل، حیض یا ناامیدی میں یقین نہ ہونے کی صورت میں) اگر وہ تین ماہ یا تین قروء گزار چکی ہے، اگر حمل نہیں تو آگے نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ عدت کی مدت گزار چکی ہے۔ جبکہ دوسرے مسئلہ میں اگرچہ وہ حیض و یاس کے انتظار میں کئی سال گزار چکی ہو، ناامیدی کا یقین ہونے پر نئے سرے سے عدت شروع کرواتے ہیں۔ پہلی صورت میں انتظار کے عرصے کو عدت میں شمار کرتے ہیں جبکہ دوسری صورت میں یاس کا یقین ہونے کے بعد، خواہ وہ کافی دیر کے بعد ہو، دوبارہ عدت شروع کرواتے ہیں۔ یہ تناقض ہے۔

عدت میں نو ماہ بعد یقین ہو جائے گا کہ وہ خاتون حاملہ نہیں (کیونکہ ابن حزمؒ کے نزدیک حمل کی مدت کم از کم ۶ ماہ اور زیادہ سے زیادہ ۹ ماہ ہے)[۱۰۷] اگر وہ حاملہ نہیں تو حیض کی گنتی اور یاس کا یقین کروانے میں عدت سے زیادہ عرصہ تک انتظار کروانا بھی تناقض ہے۔

۵۔ کئی مسائل میں ظاہر کے ساتھ ایسا جمود کرتے ہیں کہ واضح اسباب و معانی بھی لغو قرار پاتے ہیں۔ مثلاً کھانا کھلانے والے کی اجازت کے بغیر دو چیزوں کو بیک وقت اٹھا کر کھانا حلال نہیں کیونکہ ابن عمرؓ کا فرمان ہے:

"لا تقارنوا فانّ رسول اللهﷺ نهى عن القران"(۱۰۸).

مسند اسحاق میں حضرت ابو ہریرہؓ کا فرمان ہے کہ ہم اصحاب صفہؓ میں سے تھے۔ ہماری طرف آپ ﷺ نے عجوہ کھجوریں بھیجیں، بھوک کی شدت کی وجہ سے ہم دو دو کھاتے تھے۔ صحابہ کرامؓ جب کسی کے ساتھ مل کر کھاتے تو کہا کرتے تھے کہ ہم ملاتے تھے لہٰذا تم بھی ملاؤ(۱۰۹)۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانے میں صحابہؓ کا یہ فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ملا کر کھانے کی مشروعیت صحابہ میں معروف تھی، اور صحابی کا یہ فرمانا "كنا نفعل فى زمن رسول اللهﷺ،كذا له حكم الرفع عند الجمهور"(۱۱۰) جمہور کے نزدیک یہ ممانعت تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔

ابن بطالؒ کا ایک خوبصورت قول ہے:"النهي عن القران من حسن الأدب فى الأكل عندالجمهور لا على التحريم"(۱۱۱).

اسی طرح لکھتے ہیں:

جس چیز سے کتّا چاٹ جائے اسے بہا دیا جائے کیونکہ اسے کھانا جائز نہیں۔ لیکن اگر کتّا چاٹے بغیر کھائے تو اس کی بچی ہوئی چیز کو کھایا جا سکتا ہے:

"فَاِن أكل منه ولم يلغ فيه فهو كله حلال"(۱۱۲).

امام صاحب روایت کے ظاہری الفاظ پر حکم لگاتے ہوئے أكل بلا ولغ کے بعد کھانے کو حلال اور ولغ کی صورت میں حرام قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ جب کتّا کھائے گا ولغ تو لازماً ہوگا۔ یہاں ابن حزم کی ظاہریت، شریعت میں مشکلات کا باعث ہے۔ اللہ اعلم۔

۶۔ بول و براز کے وقت استقبال قبلہ اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

"ولا يجزى أحدًا أن يستنجى بيمينه ولاهو مستقبل القبلة"

اسی مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں:

"و مسح البول باليمين جائز، و كذلك مستقبل القبلة"(۱۱۳).

استقبال قبلہ میں تو واضح تناقض ہے اور مسح البول بالیمین میں ظاہری معنی پر جمود اختیار کیا ہے۔ کیونکہ نص میں صرف استنجاء کی ممانعت ہے جبکہ بول کو دایاں ہاتھ لگانے میں اس لئے کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا ذکر نص میں نہیں ہے۔ حالانکہ استنجاء بالیمین کی ممانعت بھی غلاظت کی وجہ سے ہے۔ بول میں ناپا کی بالاولیٰ زیادہ واضح ہے۔ ورنہ حدیث میں تو شرمگاہ کو بضعۃ کہا گیا ہے جس کی بنا پر وضو بھی نہیں [۱۱۴]۔

کبھی کوئی مسئلہ اپنے مقام سے رہ جائے تو بعد کے ابواب میں اس کا استدراک کرتے ہیں جیسے کتاب البیوع سے یہ مسئلہ تھا کہ زمین خریدنے پر اس میں موجود عمارت اور درخت بھی ساتھ ملتے ہیں، اس کو احکام السلم کے آخر میں درج کرتے ہیں [۱۱۵]۔

ابن حزم کی بعض آراء فقہ اسلامی میں بڑی وسعت کا سبب بھی بنی ہیں ہے جیسے مرضعہ پر روزہ فرض ہی نہیں تو قضا بھی نہیں [۱۱۶]۔

ایسے ہی بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے روزہ توڑنے والے پر بھی کفارہ و قضاء نہیں [۱۱۷]۔

چند مسائل میں کچھ سہو و تناقض کے سوا مجموعی طور پر یہ کتاب فقہ الکتاب و الحدیث، اسلاف (صحابہؓ، تابعین ائمہ کرام) کے اقوال اور ان کے دلائل میں ایک انسائیکلوپیڈیا کا مقام رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علماء کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابن ندیم، ابوالفرج محمد بن اسحاق الوراق، کتاب الفھرست، تحقیق: رضا تجدد، منشورات نور محمد، اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی، س ن، ص: ۲۷۱۔

۲۔ کتانی، محمد المنتصر باللہ بن محمد زمزمی(م۱۴۱۹ھ)، معجم فقه ابن حزم الظاهری، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۵، مقدمہ۔

۳۔ حمیدی، محمد بن ابی نصر اندلسی(م۴۸۸ھ)، جذوة المقتبس فی ذکر ولاة الاندلس، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط/الاولی، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء، ص: ۲۷۷(ت۷۰۸)، ضبی، احمد بن یحیٰی بن احمد بن عمیرة(م۵۹۹ھ) بغیة الملتمس فی تاریخ رجال أهل الاندلس، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط/اولی، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء، ص: ۳۶۴ (ت۱۲۰۵)، ابن بشکوال، ابو القاسم خلف بن عبدالملک(م۵۷۸ھ)، کتاب الصلة فی تاریخ ائمة الاندلس، ناشر: عزت العطار، قاھرة، ۱۹۸۹ء، ص: ۲/۴۱۶، یاقوت الحموی، معجم الادباء، مصر، ۱۹۲۸ء، ص: ۱۲/۲۳۷۔

مقالہ نگار کا غیر مطبوع Ph.D مقالہ بعنوان "امام ابن حزم کا فقہی منہج، استنباط واستخراج، ایک تنقیدی مطالعہ" (جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، سیشن ۲۰۰۹-۱۲ (B))

۴،۵۔ ابن فرضی، ابو الولید عبداللہ بن محمد بن یوسف ازدی (م۴۰۳ھ)، تاریخ علماء الاندلس، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط/اولی، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء، حمیدی، جذوة المقتبس، الضبی، بغیة الملتمس، ابن بشکوال، کتاب الصلاة، ذہبی، سیر اعلام النبلاء، تحقیق: شعیب ارناؤط، مؤسسة الرسالہ، بیروت، ط/ثانیہ، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء، مقالہ نگار کا Ph.D مقالہ۔

۶۔ ابن حزم، رسالة المفاضلة بین الصحابة، مقدمہ تحقیق: سعید افغانی، دارالفکر، بیروت، ط/ثانیہ، ۱۹۶۹، ص: ۴۷تا۶۰، ابن حزم، کتاب الدرة فیما یجب اعتقاده، مقدمہ تحقیق، احمد بن ناصر وسعید بن عبدالرحمٰن، مطبعہ مدنی قاھرة، ط/اولی، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء، ص: ۸۹، اسماعیل رفعت فوزی، منهج ابن حزم فی الاحتجاج بالسنة، دارالوفاء، مصر، ط/اولیٰ ۲۰۰۹ء، ص: ۵۶، مجید خلف منشد، ابن حزم الاندلسی ومنهج فی دراسة العقائد والفرق الاسلامیة، دار ابن حزم، بیروت، ط/اولی، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء، ص: ۹۳، عویس، عبدالحلیم، سیرت حافظ ابن حزم الاندلسی، (مترجم، رئیس احمد ندوی) جامعہ سلفیہ بنارس، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، ص: ۱۲۲۔

۷۔ طرسوسی، نجم الدین، تحفة الترک فیما یجب أن یعمل فی الملک، تحقیق: عبدالکریم حمداوی، ط/ثانیہ، س ن، ص: ۸۶۔

۸۔ ظاھری، ابوعبدالرحمٰن بن عقیل، ابن حزم خلال الف عام، دارالغرب الاسلامی، بیروت، ط/الاولیٰ، ۱۳۹۹ھ/۱۹۸۲ء، ص: ۱/۱۴۹، ذہبی، تاریخ الإسلام و وفیات مشاهیر الأعلام، تحقیق: ڈاکٹر عمر تدمیری، دارالکتاب العربی، بیروت، ط/اولیٰ، ۱۴۰۷ھ ص ۳/۴۰۶، ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۸/۱۹۴۔

٩۔ بغدادی، اسماعیل پاشا، ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، دارالکتب العلمیہ، بیروت،١٤١٣ھ، ص ٤/٤٤٤، عمر رضا کحالۃ،معجم المولفین، مکتبہ المثنی، داراحیاء التراث العربی، بیروت،ص: ١٦/٧، بغدادی، اسماعیل پاشا،ھدیۃ العارفین فی أسماء المؤلفین و آثار المصنفین، استنبول، س ن، ص: ٥/٦٩٠، فاسی، علی بن محمد بن القطان، بیان الوھم والإیھام فی کتب الأحکام، تحقیق: ڈاکٹر الحسین آیت سعید،دار طیبہ، ریاض، ط/اولیٰ، ١٤١٨ھ ص: ٢/٣١٢، عسقلانی،ابن حجر، تجرید أسانید الکتب المشھورۃ، أوالمعجم المفھرس، تحقیق:محمد المیادینی، مؤسسۃ رسالہ، بیروت، ط/اولیٰ، ١٤١٨ھ، ص:١٦٥۔

١٠۔ حاجی خلیفہ، مصطفی بن محمد المعروف باکاتب الجلبی، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، منشورات مکتبۃ المثنی، بغداد، س ن،ص:٢/١٦١٧۔

١١۔ بلیاوی،ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ قدوسیہ،لاہور،١٩٩٩ء،ص:١٧٣۔

١٢۔ ابن حزم، المحلی، تحقیق:احمد محمد شاکر، دارالتراث، القاہرۃ،ص: ١٠/٤٠١ (مسئلہ ٢٠٢٤)۔حاشیہ میں درج ہے کہ ان کے بیٹے نے آگے سے الایصال سے اختصار کیا ہے۔

١٣۔ ابن حزم،المحلی،ص: ١/٢ ۔

١٤،١٥۔ کتانی، معجم فقه ابن حزم الظاهري، ص:١/٥٥۔

١٦۔ کتانی،عبدالحی، فھرس الفھارس والاثبات ومعجم المعاجم المشیخات، تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس، دارالعرب الاسلامی، بیروت، ط/الثانیۃ، ١٤٠٢ھ،ص:٣/٢٤٥۔

١٧۔ ظاھری، ابن حزم خلال الف عام، ص: ١/١٥٢۔

١٨۔ ذہبی ،سیر اعلام النبلاء، ص: ٢٣/٤٨۔

١٩۔ شہری، ضیف اللہ بن عامر بن سعید شہری، الزامات ابن حزم الظاھری فقھاء المذاھب الاربعۃ فی کتاب الطھارۃ من المحلی، ص: ٥٣،جامعہ ام القریٰ، کلیہ شریعہ میں ڈاکٹریٹ کا غیر مطبوع مقالہ ہے جسے ١٤٣١ھ-١٤٣٢ھ میں پیش کیا گیا۔

٢٠۔ فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب(م٨١٧ھ)، البلغۃ فی تراجم أئمۃ النحو واللغۃ، تحقیق: محمد مصری، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت، ط/اولیٰ، ١٤٠٧ھ،ص: ١٨٥، عسقلانی، الدرر الکامنۃ فی أعیان المائۃ الثامنۃ، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعید خان، دائرہ معارف عثمانیہ، الھند،ط/ثانیہ، ١٩٧٢ء،ص: ٦/٦٠، حاجی خلیفہ،کشف الظنون، ص:٢/١٦١٧، بغدادی، اسماعیل پاشا، ھدیۃ العارفین، ص: ٦/١٥٢۔

٢١۔ ذہبی ، معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار،ص: ٢/٧٢٣۔

٢٢،٢٣۔ ظاھری، ابن حزم خلال الف عام، ص: ١/١٥١،١٥٣۔

(٢٣ب)۔ کتبی، محمد بن شاکر، فوات الوفیات، تحقیق: علی معوض، عادل عبد الموجود، دارالکتب العلمیہ، بیروت،ط/الاولیٰ ٢٠٠٠ء، ص: ٢/٣٠٦۔

۲۴۔ بغدادی، هدية العارفين، ص:۶/۱۵۵، صدیق حسن خان، أبجد العلوم، دارالکتب العلمیہ، بیروت،۱۹۷۸ء، ص: ۳/۹۹، صفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، الوافی بالوفيات، داراحیاءالتراث، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ص: ۲/۱۱۵۔

۲۵۔ ابن ملقن، سراج الدین، البدر المنير فی تخريج الاحاديث والآثار الواقعة فی الشرح الكبير، دار الهجرة، ریاض، ط/اولیٰ، ۱۴۲۵ھ، ص:۵/۶۶۶، عسقلانی، لسان المیزان، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ط/ثانیۃ ۱۳۹۰ھ، ص:۴/۱۹۹، ظاہری، ابن حزم خلال الف عام، ص: ۱/۱۵۲۔

۲۶۔ ذہبی، تاريخ الإسلام و وفيات مشاهير والاعلام، ص: ۴۶/۷۰، قضاعی، محمد بن عبداللہ، التکملة لكتاب الصلة، تحقیق: عبدالسلام ہراس، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ص: ۳/۱۲۵۔

۲۷۔ ظاهري، ابن حزم خلال الف عام، ص: ۱/۱۵۲ ۔

۲۸۔ بغدادی، هدية العارفين، ص: ۵/۶۱۰، کتانی، فهرس الفهارس، ص: ۲/۹۶۲۔

۲۹۔ عسقلانی، الدررالکامنة، ص: ۳/۱۹۸۔

۳۰۔ قضاعی، التکملة لكتاب الصلة، ص:۴/۵۱۴، بغدادی، ایضاح المكنون، ص: ۴/۵۱۴ وهدية العارفين، ص: ۶/۱۱۱، ظاہری، ابن حزم خلال الف عام، ص: ۱/۱۵۲۔

۳۱۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ص ۲۲/۳۱۱، ابن فرحون مالکی، برهان الدین، الديباج المذهب فی معرفة أعيان علماء المذهب، تحقیق: مامون بن محی الدین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط/اولیٰ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء، ص:۵/۹۶۔

۳۲۔ المحلی، مسائل: ۲۶۶، ۸۳۵، ۱۰۹۸، ۱۳۹۴۔

۳۳۔ المحلی، ص:۱/۵۴تا۵۵(مسائل: ۹۶تا۹۹)، ابن حزم، الاحكام فی اصول الاحكام، دارالحدیث بجوار ادارة الازهر، ط/اولیٰ، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء ص:۱/۵۲۵، ابن حزم، مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات، دارالکتب العلمیہ، بیروت، س ن۔

۳۴۔ المحلی، ص:۵/۶۵ (مسئلہ: ۵۲۹) ص: ۷/۵۰ (مسئلہ: ۸۱۳)، ص:۹/۴۴۵ (مسئلہ: ۱۸۱۷)، ص: ۱۰/۱۴ (مسئلہ: ۱۸۶۹)۔

۳۵۔ المحلی، ص:۱/۱۸۸(مسئلہ:۱۳۹)، ص:۲/۱۶۴(مسئلہ:۲۵۴)، ص:۳/۱۲۲(مسئلہ: ۳۱۵)، ص:۶/۱۰۷ (مسئلہ: ۶۹۹)۔

۳۶۔ ایضاً، ص:۱/۸۲(مسئلہ: ۱۱۳) ۔

۳۷۔ ایضاً، ص:۲/۱۶۴(مسئلہ: ۲۵۴)، ۳/۹۰(مسئلہ: ۲۹۹)، ص:۴/۱۲(مسئلہ: ۳۸۵)۔

۳۸۔ ایضاً، ص:۲/۱۸۲(مسئلہ: ۲۶۰)، ۴/۱۷۲، ۱۷۳(مسئلہ: ۴۷۳)، ص:۴/۲۲۶(مسئلہ: ۴۹۴)۔

۳۹۔ ایضاً، ص:۶/۴۰، ۴۲ (مسئلہ: ۶۷۴)۔

۴۰۔ ایضاً، ص:۲/۱۸۲(مسئلہ: ۲۶۰)، ص:۳/۱۲۴(مسئلہ:۳۱۵)، ص:۴/۹۲ (مسئلہ: ۴۴۲)، ص: ۴/ ۱۳۸(مسئلہ:۴۵۹)، ص:۵/ ۲۷۸ (مسئلہ: ۶۷۲)۔

۴۱۔ ایضاً،ص: ۱۰/۴۵۲(مسئلہ: ۲۰۵۵)۔

۴۲۔ ایضاً،ص:۴/۹۵(مسئلہ: ۳۴۴)، ص:۴/۱۱۹(مسئلہ: ۴۵۱)۔

۴۳۔ ایضاً،ص:۷/۱۰۴،۱۰۵(مسئلہ:۸۳۳)۔

۴۴۔ ایضاً،ص: ۷/۱۰۳(مسئلہ: ۸۳۲)۔

۴۵۔ ایضاً،ص:۴/۹۴(مسئلہ: ۴۴۲)، ص:۱۱/۱۱۴(مسئلہ: ۲۱۵۹)۔

۴۶۔ ایضاً،ص:۷/۱۰۰(مسئلہ: ۸۳۳)۔

۴۷۔ ایضاً،ص:۳/۱۳۱،۱۳۵(مسئلہ: ۲۲۱)، ص:۴/۶(مسئلہ: ۳۸۰)۔

۴۸۔ ایضاً،ص:۴/۹۲(مسئلہ: ۴۴۲)، ص:۶/۵۷(مسئلہ: ۶۸۱)، ص: ۹/۴۵۳(مسئلہ: ۱۸۲۱)۔

۴۹۔ ایضاً،ص:۴/۲۴(مسئلہ: ۶۴۱)۔

۵۰۔ ایضاً،ص:۴/۲۴(مسئلہ: ۳۹۲)۔

۵۱۔ ایضاً،ص:۹/۴۵۲(مسئلہ: ۱۸۲۱)۔

۵۲۔ ایضاً،ص:۲/۸۳(مسئلہ: ۲۱۲)،ص:۳/۲۵۹(مسئلہ: ۳۶۹)،ص:۱۱/۲۲۶(مسئلہ: ۲۱۹۹)۔

۵۳۔ ایضاً، ص: ۱۱/۲۷۸ (مسئلہ: ۲۲۳۱)، ص:۱۱/۲۴۹ (مسئلہ: ۲۲۱۲)، ص:۱۱/۲۷۷ (مسئلہ:۲۲۳۱)، ۳/۱۵۱(مسئلہ: ۲۱۷۸)، ص:۶/۱۵ (مسئلہ: ۶۷۳) ۷/۸۶ (مسئلہ: ۸۲۵)، ۱۱/۱۵۸(مسئلہ: ۲۱۸۲)، ص: ۱۱/۲۴۶(۲۲۰۹)۔

۵۴۔ ایضاً،ص:۱۱/۲۸۶(مسئلہ ۲۲۳۸)۔

۵۵۔ ایضاً،ص: ۳/۹۴،۹۵(مسئلہ: ۳۰۱)،۴/۹۵(مسئلہ: ۴۴۳)۔

۵۶۔ ایضاً،ص: ۷/۱۰۵(مسئلہ: ۸۳۳)۔

۵۷۔ ایضاً،ص: ۹/۵۲۰ (مسئلہ: ۱۸۵۵)۔

۵۸۔ ایضاً،ص: ۳/۱۹۹ (مسئلہ: ۳۴۱)۔

۵۹۔ ایضاً،ص: ۵/۵ (مسئلہ: ۵۱۳) و۶/۲۴۴ (مسئلہ: ۷۶۲)۔

۶۰۔ ایضاً،ص: ۵/۲۲۰ (مسئلہ: ۶۴۱)۔

۶۱۔ ایضاً،ص: ۶/۲۴۳ (مسئلہ:۷۶۲)،ص: ۷/۴۹۲ (مسئلہ: ۱۰۹۸)۔

۶۲۔ ایضاً،ص: ۹/۳۷۹ (مسئلہ: ۱۷۸۳)۔

۶۳۔ **ابن الفرضی**،تاریخ علماء الاندلس،ص: ۱۱۵ (ت۳۹۸)۔

۶۴۔ **ابن حزم**،المحلی،ص۱۱/۴۰۲ (مسئلہ: ۲۳۰۵)۔

۶۵۔ **الکتانی**،معجم فقه ابن حزم الظاهری،ص: ۲۸۔

۶۶۔یہ رسالہ جوامع السیرۃ،کے ساتھ ص۳۱۹-۳۳۵ڈاکٹر احسان عباس کی تحقیق سے،احیاء السنۃ، گرجاکھ، گوجرانوالہ سے چھپا ہے۔

۶۷۔ **ابن خلکان**،وفیات الاعیان،ص: ۴/۱۳۔

۶۸۔ ابن حزم، الاحکام، ص: ۲/۸۷-۹۷ وجوامع السیرۃ، ص: ۳۱۹-۳۳۵۔

۶۹۔ عبدالحلیم عویس، سیرۃ حافظ ابن حزم الاندلسی، ص: ۱۹۶۔

۷۰۔ ابن حزم، الاحکام، دارالحدیث بجوار ادارۃ الازھر، ط/اولی۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء، ص: ۱/۱۰۰۔

۷۱۔ ابن حزم، المحلی، ص: ۹/۱۰۱ (مسئلہ: ۱۶۱۱) و ۱۰/۳۳۳ (مسئلہ: ۲۰۱۶)۔

۷۲۔ عبدالعزیز بن عبدالسلام بن أبی القاسم، ابو محمد عزالدین سلمی، شافعی، امام، فقیہ، مجتہد، سلطان العلماء کے لقب سے معروف۔ ان کی کئی تصانیف ہیں جن میں مشہور ترین "القواعد الکبری" ہے (سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبری، ص: ۸/۲۰۹، قاضی ابن شہبہ، طبقات الشافعیۃ، ص: ۲/۱۰۹۔

۷۳۔ عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، موفق الدین ابو محمد مقدسی، حنبلی، مجتھد، صاحب المغنی (ابن رجب حنبلی، ذیل طبقات الحنابلۃ، ص: ۳/۲۸۱، ابن مفلح، برھان الدین، المقصد الأرشد فی ذکر أصحاب الإمام أحمد، ص: ۲/۱۵۔

۷۴۔ ایضاً، ص: ۲/۵۶ (مسئلہ: ۲۰۰)۔

۷۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین ولا یمسح علی القدمین، (ح: ۱۶۳)، مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الطھارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما، (ح:۵۶۶)، جامع الترمذی (ح: ۴۱)، سنن ابی داؤد (ح:۹۷)، سنن النسائی (ح:۱۱۱)، سنن ابن ماجہ (ح:۴۵۱)۔

۷۶۔ ابن حزم، المحلی، ص: ۲/۱۷۴ (مسئلہ: ۲۵۶) و ۳/۲۱۰ (مسئلہ: ۳۴۹)۔

۷۷۔ ایضاً، ص: ۳/۲۱۳ (مسئلہ: ۳۴۹)۔

۷۸۔ ایضاً، ص: ۲/۲۳۵-۲۳۶ (مسئلہ: ۲۷۹)۔

۷۹۔ ایضاً، ص: ۲/۲۴۲ (مسئلہ: ۲۷۹)۔

۸۰۔ ایضاً، ص: ۲/۲۳۵ (مسئلہ: ۲۷۹)۔

۸۱۔ ایضاً، ص: ۸/۲۳۸ (مسئلہ: ۱۳۵۰)۔

۸۲۔ ایضا، ص: ۶/۱۱۱ (مسئلہ: ۷۰۰)۔

۸۳۔ ایضاً، ص: ۹/۴۶۵ (مسئلہ: ۱۸۲۸)۔

۸۴۔ ایضاً، ص: ۹/۴۶۶ (مسئلہ: ۱۸۲۸)۔

۸۵۔ ایضاً، ص: ۹/۵۱۹ (مسئلہ: ۱۸۵۴)۔

۸۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب لحوم الإنسیۃ (ح:۵۵۲۱)، مسلم، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (ح: ۳۴۱۸)، سنن ابی داؤد، (ح: ۲۰۷۲)، سنن ابن ماجہ، (ح:۱۹۶۱)، مسند الحمیدی، (ح۸۴۶)، جامع الترمذی (ح:۱۷۹۴)، سنن النسائی (ح:۴۳۴۰)۔

۸۷۔ ابن حزم، المحلی، ص: ۱۰/۳۱۶-۳۱۷ (مسئلہ: ۲۰۱۱)۔

۸۸۔ ایضاً،ص: ۱۱/۳۲۷ (مسئلہ: ۲۲۶۴)۔

۸۹۔ ایضاً،ص: ۱۱/۳۳۷ (مسئلہ: ۲۲۷۳)۔

۹۰۔ ایضاً،ص: ۱۱/۳۴۳ (مسئلہ: ۲۲۷۷)۔

۹۱۔ سورۃ النساء، ۴: ۲۹۔

۹۲۔ ابن حزم،المحلی،ص: ۱۱/۴۰۴ (مسئلہ: ۲۳۰۵)۔

۹۳۔ ایضاً،ص: ۱۱/۱۱ (مسئلہ: ۲۱۱۱)۔

۹۴۔ سورۃ المائدہ، ۵: ۲ ۔

۹۵۔ ابن حزم،المحلی،ص: ۸/۲۷۳(مسئلہ: ۱۳۸۴)،ص: ۸/۴۵۸(مسئلہ: ۱۴۷۲)۔

۹۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون(۱۰،۶۴۸۴)، مسلم، الجامع الصحیح (ح:۱۶۲)،سنن ابی داؤد(ح: ۶۴۸۱)، سنن النسائی (ح: ۴۹۹۹)، جامع الترمذی(ح: ۲۶۲۷)۔

۹۷۔ ابن حزم،المحلی،ص: ۱۱/۲۵ (مسئلہ:۲۱۲۱)۔

۹۹,۹۸۔ ایضاً،ص: ۱۱/۲۶ (مسئلہ:۲۱۲)۔

۱۰۰۔ ایضاً،ص: ۵/۱۲۸ (مسئلہ: ۵۷۴)۔

۱۰۱۔ بخاری،صحیح، کتاب الجنائز، باب سنة الصلاة علی الجنائز(قبل الحدیث: ۱۳۲۲)، سنن الدار قطنی (ح: ۱۹۲)

۱۰۲۔ دارقطنی، العلل، تعلیق: محمد بن صالح بن محمد الدباسی، دار ابن جوزی، ط/اولیٰ، ۱۴۲۷ھ، ص:۱۲/۲۴۸(ح: ۲۷۷۶)، ۱۳/۲۲ (ح: ۲۹۰۸)۔

۱۰۳۔ ابن حزم،المحلی،ص: ۵/۱۲۹ (مسئلہ: ۵۷۴)۔

۱۰۴۔ ایضاً،ص: ۵/۱۲۹ (مسئلہ: ۵۷۴)۔

۱۰۵۔ ایضاً،ص: ۱۰/۲۶۸ (مسئلہ: ۱۹۹۷)۔

۱۰۶۔ ایضاً،ص: ۱۰/۲۶۹ (مسئلہ: ۱۹۹۷)۔

۱۰۷۔ ایضاً،ص: ۱۰/۳۱۶-۳۱۷ (مسئلہ: ۲۰۱۱)۔

۱۰۸۔ بخاری، الجامع الصحیح،کتاب المظالم، باب إذا أذن إنسان لآخر شیئا جاز(ح: ۲۴۵۵) و کتاب الشرکة، باب القران فی التمر بین الشرکاء حتی یستاذن أصحابه(ح: ۲۴۸۹،۲۴۹۰) ایضاً،ص۷/۴۲۲ (مسئلہ:۱۰۱۶)۔

۱۰۹۔ ہیثمی، الحافظ نورالدین علی بن ابی بکر،موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان،دارالکتب العلمیہ، س ن،کتاب الاطعمة،باب الانصاف فی الأکل إذا کان الطعام مشترکا، (رقم: ۱۳۵۰)۔

۱۱۰۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری بشرح البخاری، دارالحدیث، القاہرۃ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء، کتاب الأطعمة، باب القران فی التمر، ص:۹/۶۵۳(رقم: ۵۴۴۶)۔

۱۱۱۔ **ایضاً**،کتاب الشرکۃ،ص:۵/۱۴۸،(رقم: ۲۴۸۹،۲۴۹۰)۔

۱۱۲۔ **ایضاً**،ص: ۷/۴۲۲ (**مسئلہ**: ۱۰۱۹)۔

۱۱۳۔ **ایضاً**،ص: ۱/۹۵،۹۸(**مسئلہ**:۱۲۲)۔

۱۱۴۔ **ابوداؤد**،السنن،کتاب الطہارۃ، باب الرخصۃ(ح: ۱۸۲،۱۸۳)،جامع الترمذی(ح: ۸۵)، سنن ابن ماجہ (ح:۴۸۳)، صحیح ابن حبان،(ح:۱۱۱۹)، **احمد**،مسند،ص: ۴/۲۳۔

۱۱۵۔ **ابن حزم**،المحلی،ص: ۹/۱۱۵ (**مسئلہ**: ۱۶۲۴)۔

۱۱۶۔ **ایضاً**،ص: ۷/۴۲۲ (**مسئلہ**: ۱۰۱۹)۔

۱۱۷۔ **ایضاً**،ص:۶/۲۲۹(**مسئلہ**:۷۵۵)۔